علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور تحریکِ پاکستان

* حافظ عبدالرشید

Allama Shabbir Ahmad Usmani is one of the greatest intellectual and religious leader sub-continent has ever produced. His tremendous literary achievements are a source of great insipiration for many generations to come. He not only contributed in religious,education but his services for the muslim politics in India are admirable.He supported the Pakistan movement at a crucial stage when muslims political parties were strongly demonstrating against Pakisatan movement and two nation theory. His valueable efforts helped in changing the opinion of many muslims.Later on their support for the cause of Pakistan from the plateform of Jamiat.e.ulama.i.islam proved worth while. Allama Usmani was a great supporter of Islamic constitution in pakistan. It was Due to his efforts that Pakistan's first constituent Assembly could pass the objective Resolution in march 1949 depite of strong opposition. His contrbitions in religious, educational and political spheres would be remembered for a long time to come.

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی برِصغیر کی ان نام ور ہستیوں میں سے ایک ہیں جن کی نمایاں علمی، سیاسی اور دینی خدمات روشنی کے مینار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ آپ کی ولادت کے بارے میں جناب فیض انبالوی لکھتے ہیں:

> ''وہ گود کس قدر مبارک ہے جس میں وہ کلی کھلی جس نے پھول بن کر عالمِ اسلام کو مہکا دیا۔ نو وارد اپنے ساتھ چشمِ حیات لے کر آیا۔ اس کے جلوس میں آبشار تھے۔ بزرگ باپ مولانا فضل الرحمان نے اس کا نام ''شبیر احمد'' رکھا۔ یہ معصوم ۱۳۰۵ھ کے عاشورہ محرم الحرام بمطابق ۱۸۸۵ء بمقام بجنور عدم سے عالمِ وجود میں آیا'' (۱)

آپ کے نام کے بارے میں یہ بھی روایت ہے کہ آپ کے والد نے آپ کا نام فضل اللہ رکھا۔ اور بعد ازاں شبیر احمد جو غالباً عشرہ محرم کی پیدائش کی مناسبت سے ہوگا اور یہی نام مشہور ہوا (۲)۔ آپ کے والد محترم اپنے زمانے کے فاضل اور اردو ادب کے ماہر اور ڈپٹی انسپکٹر مدراس تھے۔ شجرۂ نسب حضرت عثمانؓ سے جا ملتا ہے (۳)

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، وفاقی اردو یونیورسٹی اسلام آباد

مولانا فضل الرحمٰن اپنے تبحر علمی اور شرافت کی بنیاد پر ذی اثر اور صوبہ میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔آپ نے دو شادیاں کیں۔دونوں بیویوں سے بارہ بچے ہوئے۔جن میں دو صاحب زادیاں صغریٰ بیگم اور صدیقہ بیگم ہیں۔صاحب زادوں میں اکثر اپنے وقت میں آسمانِ علم پر آفتاب و مہتاب بن کر نورِ علم کی ضیاء پاشیاں کیں ہیں۔شیخ الاسلام، امام المفسرین، رئیس المحدثین حضرت مولانا شبیر احمد دوسری بیوی کے بطن سے تھے(۴)۔

قصبہ دیوبند کے لوگ ہر قسم کی تعلیم '' دارالعلوم'' سے ہی حاصل کرتے ہیں۔بچوں کی ابتدائی تعلیم کا وہاں پر مستقل شعبہ ہے۔اس سے نکلنے کے بعد دارالعلوم میں داخلہ ملتا ہے۔چنانچہ اسی طریقہ کے مطابق '' علامہ عثمانی نے دارالعلوم دیوبند میں تعلیم پائی'' (۵)

جناب عبدالرشید ارشد آپ کی ابتدائی تعلیم کے مطابق لکھتے ہیں:

'' سات سال کی عمر میں دارالعلوم میں درجہ قرآن میں داخل ہوئے۔اور دارالعلوم کے اساتذہ سے علوم کی تکمیل کی'' (۶)

جناب انوارالحسن سیالکوٹی آپ کے بنیادی استاد کے متعلق یوں رقم طراز ہیں:

'' ۱۳۱۲ھ میں حافظ محمد عظیم دیوبندی کے سامنے بسم اللہ ہوئی'' (۷)

بڑے ہوئے تو تعلیم کا شوق اس قدر بڑھا کہ تمام دن دارالعلوم میں رہنے لگے۔تعلیم کے وقت درس حاصل کرتے اور چھٹی کے بعد اساتذہ کی خدمت کرتے اور درسِ اخلاقیات لیتے۔شام کو گھر آتے تو رات بھر عبادت کا شغل جاری رکھتے۔جب کثرت شب بیداری حد سے بڑھ گئی تو مادرِ مشفق نے محسوس کیا کہ عابد بیٹے کی صحت روز بروز گرتی جا رہی ہے تو منع کیا کہ بیٹے اس میں کمی کرو۔لیکن بدستور وہی حالت دیکھ کر ماں نے کثرت عبادت کم کرنے پر زور دیا۔تو آپ نے کہا کہ اماں اگر مجھے حقیقی آرام دینا چاہتی ہو تو شب بیداری سے منع نہ فرمائیں۔اس ریاضت و عبادت سے جب مجھے اس فانی دنیا میں آرام ملتا ہے تو تو میں یقین کرتا ہوں کہ آئندہ زندگی میں بھی حقیقی آرام میسر آئے گا۔ ماں اس جواب سے لاجواب ہوگئی۔(۸) شیخ الاسلام نے دارالعلوم دیوبند میں اپنے زمانہ تعلیم کے متعدد اساتذہ سے مختلف علوم کی تحصیل کی۔

اُردو کی کتابیں پڑھنے کے بعد منشی منظور احمد دیوبندی مدرس فارسی دارالعلوم دیوبند سے فارسی پڑھنی شروع کردی۔بعدازاں فارسی کی کتابیں مولانا محمد یٰسین صاحب سے پڑھیں۔۱۳۱۹ھ میں عربی تعلیم دیوبند میں شروع کی۔آپ عربی کے اساتذہ مولانا محمد یٰسین، مولانا غلام رسول ہزاروی، مولانا حکیم حسن اور بالخصوص

شیخ الہند مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا تھے (۹)

آپ انیس سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوگئے تھے۔اور آپ کی ذہانت طبع اور علمی قابلیت کا شہرہ دہلی اور دیوبند سے نکل کر اطراف واکناف میں پھیل چکا تھا، دستارِ فضیلت کے عطا ہونے کے کچھ عرصہ بعد دہلی کی مشہور درس گاہ فتح پوری میں استاد مقرر ہوئے (۱۰)

آپ حضرت شیخ الہند کے معتمد مدرسین میں سے تھے۔غیر معمولی ذہانت وذکاوت کے حامل تھے، علم مستحضر تھا۔ درس مقبول تھا۔علومِ عقلیہ سے خاص ذوق تھا۔منطق، فلسفہ اور علم کلام میں غیر معمولی دسترس تھی۔حکمت قاسمیہ کے بہترین شارح تھے۔اونچے طبقے کے اساتذہ میں آپ کا شمار تھا۔پھر ڈابھیل میں ایک عرصہ تک شیخ التفسیر کی حیثیت سے کام کیا۔اور اپنے آخری دور میں چند سال دارالعلوم کے مہتمم رہے (۱۱)

۱۹۲۴ء کے اختلاف میں دارالعلوم دیوبند سے علیحدگی اختیار کر کے ڈابھیل تشریف لے گئے۔حضرت مولانا انور شاہ صاحب کی وفات کے بعد ۱۹۳۳ء میں جامعہ ڈابھیل کے صدر مہتمم مقرر ہوئے (۱۲)۔ ۱۹۳۶ء میں (دوبارہ) دارالعلوم دیوبند کے صدع مہتمم مقرر ہوئے اور ۱۹۴۴ء تک صدارت کے فرائض سر انجام دیے۔۱۹۴۴ء میں بعض اختلاف کی بنا پر آپ کو دارالعلوم سے دوبارہ علیحدہ ہونا پڑا (۱۳)

مرحوم کی کوئی ظاہری اولاد نہ تھی لیکن بحمد اللہ کہ انہوں نے اپنی کثیر باطنی اولاد چھوڑی ہے۔یہ ان کے تلامذہ ہیں جو زیادہ دیوبند اور بعض ڈابھیل میں ان کے شرف تلمذ سے مشرف ہوئے ہیں۔مولانا مناظر حسن گیلانی، مولانا ابوالماثر محمد حبیب الرحمٰن، مولانا محمد شفیع دیوبندی، مولانا ادریس کاندھلوی، مولانا محمد یوسف بنوری صاحب کہ ان میں سے ہر ایک بجائے خود دائرہ عمل میں انشاء اللہ حیات جاوداں پائیں گے (۱۴)

مولانا نے درس وتدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔آپ کی مشہور اور اہم تصانیف درج ذیل ہیں:

تفسیر عثمانی، فتح الملہم، شرح مسلم، الاسلام، العقل والنحل، اعجاز القرآن، الشہاب، الدار الآخرۃ، ہدیہ سنیہ، قرآن مجید میں تکرار کیوں، تحقیق خطبہ جمعہ، سنیما بینی، لطائف الحدیث، حجاب شرعی، الروح فی القرآن، شرح بخاری شریف، خوارق عادت۔۱۳ دسمبر ۱۹۴۹ء کو بغداد الجدید جہاں آپ ریاست بہاول پور کے وزیر تعلیم کی دعوت پر ایک عربی درس گاہ کا سنگِ بنیاد رکھنے کے لیے تشریف لے گئے۔چند گھنٹے کی علالت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہِ و انا الیہِ راجعون (۱۵)

جنازہ سرکاری حیثیت سے بغداد الجدید سے کراچی لے جایا گیا۔ جہاں لاکھوں کی تعداد میں لوگوں

نے جنازہ میں شرکت کی۔(۱۶)

۱۳دسمبر۱۹۴۹ء شام ہی کو کراچی مرکز سے ریڈیو پاکستان کی غم زدہ آواز نے یہ اعلان کیا کہ اناللہِ وانا الیہِ راجعون۔ حضرت شبیر احمد عثمانی نے آج رحلت فرمائی۔ سوگوار سکوت کے بعد مملکت پاکستان کی فضا تلاوت کلام پاک سے گونجنے لگی۔ کلام ربانی کر ساتھ ایصالِ ثواب کے بعد مولانا سید مخدوم ناصر جلال نے علامہ مرحوم کے علمی وذاتی فضائل وکمالات کا ذکر کیا(۱۷)

علامہ مرحوم کی وفات پر پوری اسلامی دنیا کی طرف سے حکومت پاکستان کی تعزیتی پیغامات ملے اور پورے ملک میں علامہ مرحوم کی غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ ۱۵دسمبر۱۹۴۹ء کو دالعلوم دیوبند مولانا عثمانی کی یاد کے احترام میں بند رہا۔ نماز جنازہ اور فاتح خوانی کے بعد مولانا حسین مدنی اور قادری محمد طیب نے علامہ کو خراج عقیدت پیش کیا۔ اور جنرل پاکستان کو مہتمم دالعلوم کی جانب سے تعزیتی تار ارسال کیا گیا۔ لندن میں پاکستان ہائی کمشنر کے دفتر میں غائبانہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ اور پیر مانکی شریف نے علامہ عثمانی کی وفات پر گہرے دکھ اور رنج کا اظہار کیا(۱۸)۔ آل جموں وکشمیر سٹوڈنٹس کے صدر نے ایک بیان میں جہادِ کشمیر کے سلسلہ میں علامہ کی خدمات کا ذکر کیا اور کہا کہ مرحوم کی یہ خدمات مجاہدین کشمیر کے لیے مشعل راہ کا کام دیں گی۔(۱۹)

تحریک پاکستان اور استحکام پاکستان میں خدمات

سیاسی زندگی کا آغاز

بعض اہل فکر وقلم کا خیال ہے کہ علامہ شبیر احمد عثمانی سیاستدان نہ تھے بلکہ علامہ عثمانی، صاحبِ قلم، صاحب لسان اور صاحبِ علم وحکمت تھے۔ چنانچہ اس موضوع پر جب مفتی عتیق الرحمٰن صاحب نے آپ سے کہا کہ آپ تو سیاست سے ہمیشہ الگ رہا کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا:

''میں سیاست سے ہمیشہ علیحدہ رہا ہوں۔ گذشتہ چند برسوں کو چھوڑ دیجیے۔ اس سے پیش تر جمعیت العلمائے ہند میں ہماری تو کچھ ناچیز خدمات رہی ہیں۔ ہم نے بھی تو کچھ معرکے سر کیے ہیں''(۲۰)

اسی بات کی تائید انوار الحسن شیر کوٹی ایک جگہ یوں کرتے ہیں:

''علامہ عثمانی نے جہاں مذہبی خدمات میں اپنی عمر کو گزار دیا وہاں ان کی ملکی اور سیاسی خدمات

اور آزادیٔ ہندوستان کہ راہ نمائی اور بالخصوص مسلمانوں کو راہ بتانے میں بڑی خدمات سرانجام دیں"(۲۱)

جنگ بلقان میں ترکوں کی امداد

متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں میں عام سیاسی بیداری جنگ بلقان ۱۹۱۲ء کے زمانے میں پیدا ہوئی جو آگے چل کر تحریک خلافت کے نام سے دنیا بھر میں مشہور ہوئی۔ علامہ شبیر احمد عثمانی نے بھی جنگِ بلقان میں ترکوں بہت مدد کی ہلال احمر کے لیے بیش از بیش چندہ جمع کیا۔ روزنامہ نوائے وقت میں اسی پر تبصرہ ہے:

"علامہ شبیر احمد عثمانی نے ۱۳۲۳ھ میں جنگ بلقان کے زمانے میں ہلال احمر کے لیے چندہ جمع کرنے میں بہت سرگرمی سے حصہ لیا"(۲۲)

جنگِ بلقان کے سلسلہ میں ترکوں کی امداد کے متعلق علامہ عثمانی کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے اخبار "احسان" میں تحریر ہے:

"جب انگریزوں نے پہلی جنگِ عظیم میں سلطنت عثمانیہ کا تیا پانچا کرنے کے لیے ریشہ دوانیاں شروع کیں۔ اور یورپ کی طاقتیں ترکوں کو تباہ برباد کرنے میں متحد و متفق ہو کر ان پر حملہ آور ہو گئیں تو ہندوستان میں جذباتِ ہمدردی کا لاوہ پھٹ پڑا......شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی کے جذبہ اُخوت میں جوش پیدا ہوا۔ اور آپ نے بذاتِ خود چندہ جمع کیا۔ ہلالِ احمر کے کام میں دن رات ایک کر دیا۔ اور ایک سچے مومن اور مجاہد کی طرح روزنامہ کراچی لکھتا ہے:

"مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب نے جنگ بلقان کے زمانہ میں انجمن ہلال احمر کی تحریک میں نمایاں حصہ لیا"(۲۴)

تحریک خلافت میں شمولیت

مولانا شبیر احمد نے تحریک کی حمایت تو لیکن ہندوؤں کے ساتھ اتحاد قائم کرنے کی مخالفت کی۔ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جناب اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں:

"مولانا شبیر عثمانی نے تحریک خلافت کی بھی زبردست حمایت کی مگر وہ ہندوؤں کے ساتھ بہت زیادہ اتحاد قائم کرنے میں شروع ہی سے مخالف تھے کیوں کہ ان کے نزدیک یہ چیز اسلامی تعلیمات کے برعکس تھی"(۲۵)

تحریکِ خلافت کی مدد کے حوالے سے ثروت صولت لکھتی ہیں:

''مولانا شبیر احمد عثمانی نے تحریکِ خلافت میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ انگریزوں نے تحریکِ خلافت کے زمانے میں حضرت شیخ الہند محمود الحسن کو مالٹا میں جلا وطن کر دیا۔ ان کی غیر حاضری میں مولانا عثمانی نے ملک کے ہر حصہ کا دورہ کیا۔ اور تحریک میں ایک نئی جان ڈال دی۔ انہوں نے کانگریس کے نظریہ متحدہ حکومت کی مخالفت کی اور کہا کہ مسلمان دوسری قوموں سے معاہدہ کر سکتے ہیں۔ ان سے تعاون کر سکتے ہیں۔ لیکن وہ اپنے جداگانہ وجود کو دوسری قوموں میں ضم نہیں کر سکتے''(۲۶)

نوار الحسن شیر کوٹی لکھتے ہیں:

''شیخ الہند کی مالٹا سے واپسی پر علامہ عثمانی نے اپنے استاد کی معیت میں طوفانی دورے کیے اور شیخ الہند کی زبان اور قلم بن کر پوری قوم کی ترجمانی کی۔ آپ نے خلافت اور تحریکِ موالات کے سلسلہ میں نہ صرف علماء دیوبند، شیخ الہند بلکہ تمام ہند کی بہترین سیاسی اور مذہبی نمائندگی کی''(۲۷)

جمعیت العلماء ہند میں شمولیت

۱۹۱۹ء میں جب جمعیت علمائے ہند قائم ہوئی تو علامہ شبیر احمد عثمانی نے اس میں شمولیت اختیار کی۔ ۱۹۱۹ء سے لے کر ۱۹۴۵ء تک جمعیت العلمائے ہند کے سرگرم رکن رہے۔ اس دوران جمعیت کے چودہ اجلاس ہوئے۔ اور اکثریت میں مولانا نے شرکت کی۔ اور ان اجلاسوں میں پر جوش تقاریر بھی کیں۔ اس سلسلہ میں انوار الحسن شیر کوٹی لکھتے ہیں:

''۱۹۱۸ء میں جنگِ عظیم اول میں شکست کھانے کے بعد ترکی میں ایسے حالات پیدا ہوئے کہ خود ترکی نے خلافت کو کالعدم کر دیا۔ اور جس مقصد کے لیے بے شمار ہندی مسلمانوں نے مالی اور جانی قربانیاں دی تھیں خود ملیامیٹ کر دیا۔ متحدہ ہندوستان کے مسلمان اس پر اور بھڑک اٹھے۔ اور ۱۹۱۹ء میں جمعیت علمائے ہند قائم ہوئی۔ جمعیت کے تعلق اور اس کی سرگرمیوں میں شمولیت کا ثبوت جمعیت کے ریکارڈ اور ہندوستان کی سیاسی تاریخ پیش کرتی ہے۔ حضرت عثمانی اس دوران ۱۹۴۵ء تک جمعیت کے سرگرم رکن رہے۔ اور ان کا شمار جمعیت کے صفِ اول کے لیڈروں میں رہتا تھا''(۲۸)

روزنامہ الجمعیت دہلی کے ایڈیٹر رقم طراز ہیں:

''علامہ عثمانی ۱۹۴۵ء تک جمعیت کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر بھی رہے۔ اور قومی تحریکات میں ہمیشہ آگے رہنے کی کوشش کی۔تحریکِ خلافت سے لے کر ۱۹۴۵ء تک جمعیت العلمائے ہند اور کانگریس کو آپ کے تعاون کا فخر حاصل رہا'' (۲۹)۔علامہ عثمانی شیخ الہند کی تحریک ریشمی رومال کے بھی سرگرم رکن رہے۔یہی سبب تھا کہ سیاست کے معاملات میں بچی تلی رائے رکھتے تھے۔ آپ نے جمعیت العلمائے ہند کی سرگرمیوں میں زبردست حصہ لیا تھا (۳۰)

جمعیت العلماء اسلام کی تاسیس

مولانا شبیر احمد عثمانی جمعیت العلمائے ہند کے سرگرم رکن تھے۔مگر آخر میں چند وجوہات کی بنا پر آپ نے جمعیت العلمائے ہند کو چھوڑ دیا۔اور جمعیت العلمائے اسلام کی بنیا د رکھی ۔ جمعیت العلمائے ہند مسلمانوں کی ایک فعال اور موثر تنظیم تھی۔لیکن اس نے اپنی اخیر عمر میں کانگریس سے تعاون کیا تو اس کا یہ رویہ آپ کے لیے نا قابلِ برداشت ہو گیا اور آپ نے اس سے دل برداشتہ ہو کر نومبر ۱۹۵۴ء میں جمعیت العلمائے اسلام کی بنیاد رکھی جس کا اجلاس کلکتہ میں ۲۶ تا ۲۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو ہوا تھا (۳۱)۔اس بات کی وضاحت منشی عبدالرحمٰن بھی کرتے ہیں:

''مولانا شبیر احمد عثمانی سیاست میں اولاً جمعیت العمائے ہند کے ساتھ شریک رہے مگر بعد میں مسلم لیگ کے حامی ہو گئے اور جمعیت العلمائے اسلام کے صدر منتخب ہوئے'' (۳۲)

مسلم لیگ کی حمایت

اس کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانی نے مسلم لیگ کی حمایت شروع کر دی۔اور اس حمایت سے مسلم لیگ کو بہت تقویت ملی۔اور ساتھ ساتھ کانگریس کی مخالفت بھی کی۔تاکہ مسلمان مسلم لیگ ہی میں شامل ہو کر اس کو فعال بنائیں۔انوار الحسن شیر کوٹی لکھتے ہیں:

''آپ نے ۲۷ دسمبر ۱۹۴۵ء کو (جمعیت العلمائے اسلام کی) صدارت قبول کرنے کا تار بھیجا۔آپ نے مسلم لیگ کی حمایت میں جمعیت العلمائے اسلام میرٹھ کے صدر کی حیثیت سے ملک کے طول وعرض میں دورے کیے۔جمعیت العلمائے اسلام کے جلسہ میں آپ کی شرکت سے مسلم لیگ کو بہت تقویت ملی۔کانگریس اور جمعیت العلمائے ہند کو دھچکا لگا'' (۳۳)

مولانا شبیر احمد عثمانی نے مسلم لیگ کی حمایت کے متعلق ایک جگہ فرمایا:

''مسلم لیگ اسلامیانِ ہند کی بہتری کے لیے کوشاں ہے اور دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کر رہی

ہے۔اس لیے مسلم لیگ کی حمایت کرنا اپنا فریضہ سمجھتے ہیں'' (۳۴)

سید ریاض حسین علامہ شبیر احمد عثمانی کی مسلم لیگ کی حمایت کرنے پر لکھتے ہیں:

''الغرض مسلم لیگ کی حمایت کے سلسلہ میں مولانا اشرف علی تھانوی، مفتی محمد شفیع اور علامہ شبیر احمد عثمانی کی خدمات قابلِ تحسین ہیں۔مولانا اشرف علی تھانوی اور علامہ شبیر احمد عثمانی نے جمعیت العلمائے ہند کے صدر مولانا حسین احمد مدنی کی کانگریس کی حمایت کے مدِ مقابل پاکستان کی حمایت میں مسلم لیگ کی زبردست حمایت کی'' (۳۵)

جناب ضیاء الحسن فاروقی اس سلسلہ میں لکھتے ہیں:

''دراصل مسلم لیگ کے ذمہ دار لوگوں کی جانب سے پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے کے اعلانات نے دیو بندی علماء کے ایک گروہ کو بہت متاثر کیا۔اور علامہ شبیر احمد عثمانی کی زیرِ قیادت یہ گروہ مسلم لیگ کے قیام پاکستان کی تحریک میں شامل ہو گیا'' (۳۶)

انوار الحسن شیر کوٹی مولانا شبیر احمد عثمانی کو مسلم لیگ کی حمایت کرنے پر خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آپ نے مسلم لیگ میں شریک ہو کر تحریکِ پاکستان کو تقویت دی۔ پاکستان کا وجود قائدِ اعظم کے بعد آپ کا مرہونِ منت ہے'' (۳۷)

یہی وجہ ہے کہ محترمہ فاطمہ جناح نے علامہ کی وفات کی خبر سن کر کہا تھا:

''مرحوم ایک بہترین انسان تھے۔وہ مسلم لیگ کے زبردست حامی تھے۔اور انہوں نے تقسیم سے پہلے اور بعد پاکستان کے مؤقف کے لیے گراں قدر خدمات انجام دیں'' (۳۸)۔

آپ کے خیالات مسلم لیگ کی حمایت و تائید میں اور کانگریس کی مخالفت میں آپ کے اس خط سے واضح ہو جاتے ہیں کہ جو آپ نے ناظم دارالعلوم اور صدر المدرس جامع ڈابھیل کی حیثیت سے لکھا اور آپ فرماتے ہیں:

''میں نہ کبھی کانگریس میں شامل ہوا اور نہ اب شامل ہوں۔متحدہ قومیت کا نظریہ جو کانگریس کے دستورِ اساس کا بنیادی پتھر ہے میرے نزدیک شرعی نقطہ نظر سے کبھی قابلِ تقسیم نہیں ہو سکتا۔کبھی نام نہاد قومیت کے تیز دھارے میں گھاس کے تنکوں کی طرح اپنے آپ کو ڈال دینا خودکشی کے مترادف ہے۔مسلمان دوسری قوموں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن وہ اپنی مستقل ہستی کو دوسروں میں مد غم نہیں کر سکتے۔میں اپنے لیے فرقہ پسند کا خطاب پسند کرتا ہوں مگر اپنی قوم کا غدار یا قوم فروش کہلانا

کبھی پسند نہیں کرسکتا'' (۳۹)

مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس مملکت کے حصول کی خاطر محمد علی جناح کا بھرپور ساتھ دیا۔ اور مشکل گھڑی میں ان کے دستِ بازو بن کران کی حوصلہ افزائی کرتے رہے۔ جناب منشی عبدالرحمٰن خان اس کی وضاحت کچھ اس طرح کرتے ہیں:

''جنگِ پاکستان کا ابتدائی دور قائدِ اعظم اور مسلم لیگ کے لیے بڑی آزمائش کا دور تھا۔ تمام مقتدر علماء کانگریس کے پشت پناہ تھے۔ بلکہ قدرت کی امداد سے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی پہلے قائدِ اعظم کے پشت پناہ بنے اور دوسری امداد قدرت نے یہ کی کہ مولانا شبیر احمد عثمانی جیسے شجرِ عالم، متقی، پرہیزگار انسان، بہترین سیاست دان اور شعلہ بیان مقرر کو قائدِ اعظم کو دستِ راس بنا دیا۔ جس سے قائدِ اعظم کے ہاتھ مضبوط ہوئے۔ انہوں نے علامہ علامہ عثمانی کو عوامی محاذ سپرد کر کے خود آئینی محاذ پر ڈٹ گئے'' (۴۰)

علامہ شبیر احمد عثمانی نے تحریک پاکستان کی حمایت کے سلسلہ میں ایک دفعہ علماء سے فرمایا:

''تمام علماء و مشائخ اب حجروں سے باہر نکل آئیں اور عملی طور سے مسلمانوں کی راہ نمائی کریں۔ انہیں حصول پاکستان کا قابل بنائیں اور پاکستان کے قائم ہونے کے بعد کمال ازم اختیار کرنے سے روکیں'' (۴۱)

دوقومی نظریے کی وضاحت وحمایت

اسی طرح علامہ شبیر احمد عثمانی نے دوقومی نظریے کی وضاحت بھی کی۔ اس مسئلہ پر حضرت شیخ الاسلام کا ارشاد گویا حرفِ آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے اپنے پیغام کلکتہ میں فرمایا:

''اسلامی نقطہ نظر سے دنیا میں دو قومیں آباد ہیں۔ ایک وہ قوم ہے جس نے فاطر ہستی کی خاطر صحیح معرفت حاصل کر کے اس کے مکمل اور آخری قانون کو اس کی زمین پر رائج کیا۔ وہ قوم مسلم یا مومن کہلاتی ہے۔ دوسری قوم جس نے اپنے اوپر ایسا التزام نہیں کیا اس کا شرعی نام کافر ہوا۔ فمنکم کافر و منکم مومن ''پھر کوئی تم میں سے کافر ہے اور کوئی مومن'' (۴۲) اساس نقطہ نظر سے لامحالہ کل غیر مسلم قومیں دوسری قوم سمجھی جائیں گی۔ اور اب اس چیز کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا کہ مسلم اور غیر مسلم دونوں کے امتزاج سے کوئی قومیت متحدہ صحیح معنوں میں بن سکتی ہے۔'' (۴۳)

اسی طرح آپ نے ایک اور جگہ پر دوقومی نظریے کی اشاعت ان الفاظ میں کی:

''ہندوستان میں جو سیاسی کش مکش اس وقت جاری ہے میرے نزدیک اس سلسلے میں سب سے قابلِ تنفر بلکہ اشتعال انگیز جھوٹ اور سب سے بڑی اہانت آمیز دلیری یہ ہے کہ کہ یہاں کے دس کروڑ فرزندانِ اسلام کی مستقل قومیت سے صاف انکار کر دیا جائے''(۴۴)

اسی طرح ایک دفعہ کانگریس کے علماء کی طرف سے معاہدہ مدینہ کی طرف سے حوالہ دیا گیا۔ جس میں یہودیوں اور مسلمانوں کے لیے امتِ واحدہ کے الفاظ ہوئے ہیں تو شیخ الاسلام نے مدلل جواب یہ دیا کہ اس میں آخری فیصلہ کا حق حضورِ پاکؐ کا حاصل تھا۔ کیا کانگریس سے علماء یہ بات منوا سکتے ہیں؟....... جب کانگریس کے علماء کا کسی طرح بھی دوقومی نظریے کیخلاف جواز پیدا نہ ہو سکا تو انہوں نے پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ شیخ الہند محمود الحسن اسیرِ مالٹا متحدہ قومیت کے حامی تھے مگر علامہ شبیر احمد عثمانی نے اس پروپیگنڈہ کو مدلل ذریعہ سے غلط ثابت کیا۔ اور شیخ الہند کے دوقومی نظریہ کے حامی ہونے کے ثبوت فراہم کیے(۴۵)

سرحد ریفرنڈم میں کردار

متحدہ ہندوستان کے بارے میں انگریز حکومت نے جو فیصلے کیے تھے ان میں سے ایک یہ تھا کہ صوبہ سرحد اور آسام کا ضلع سلہٹ ریفرنڈم کے ذریعے طے کرے گا کہ آیا وہ پاکستان میں شامل ہونا چاہتے ہیں کہ ہندوستان میں۔ اصولی طور پر تو یہ بات غلط تھی۔ بہر حال ان لوگوں پاکستان کے حق میں بڑی تعداد میں ووٹ دیے۔ اور پاکستان میں شامل ہو گئے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی نے اس ریفرنڈم میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ اور قائدِ اعظم کی درخواست پر سرحد اور مولانا ظفر احمد عثمانی نے سلہٹ کے ریفرنڈم کے محاذ پر جانے کی ذمہ داری قبول کی۔ علامہ عثمانی کی ان کوششوں کو ذکر کرتے ہوئے اشتیاق قریشی رقم طراز ہیں:

''سرحد ریفرنڈم میں کامیابی علامہ ہی کی مساعی کا نتیجہ تھی۔ مولانا مفتی محمد شفیع بھی اس کام میں آپ کے ساتھ تھے''(۴۶)

جناب منشی عبدالرحمان خان اس بات کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

''ریفرنڈم کے محاذ پر جانے کے زمانے میں ایک بزرگ نے اپنا ایک خواب علامہ شبیر احمد عثمانی کے گوش گزار کیا۔ جس کی تعبیر میں علامہ عثمانی نے کہا کہ انتخابات کی طرح انشاء اللہ ہم ریفرنڈم بھی جیت لیں گے''(۴۷)

ایک اور جگہ منشی عبدالرحمٰن لکھتے ہیں:

''ریفرنڈم کے نتیجے میں صوبہ سرحد اور سلہٹ پاکستان کے حصے میں آئے تو دنیا حیران رہ گئی۔ اور سب نے علامہ شبیر عثمانی اور علامہ ظفر احمد عثمانی کو اس عظیم کامیابی پر خراجِ تحسین پیش کیا'' (۴۸)

اگر صوبہ سرحد اور سلہٹ پاکستان میں شامل نہ ہوتے تو ظاہر ہے کہ پاکستان کی کوئی حیثیت نہ ہوتی۔ اس لیے قائدِ اعظم محمد علی جناح ان کے حصول کے لیے سخت بے قرار تھے۔ اور یہ دونوں ایسے مورچے تھے جو علماء کرام کی قیادت کے بغیر فتح ہونا ناممکن تھے۔ اس تاریخی اور شاندار فتح نے قائدِ اعظم کے مشن کی تکمیل کر دی۔

قائدِ اعظم کی طرف سے مولانا عثمانی کی خدمات کا اعتراف

علامہ شبیر احمد عثمانی کی ان خدمات کا اعتراف بلآخر قائدِ اعظم محمد علی جناح کو بھی کرنا پڑا۔ اور انہیں یہ بات کہنا پڑی کہ حصولِ پاکستان آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے منشی عبدالرحمان خان لکھتے ہیں:

''۱۱ جون ۱۹۴۷ء کو علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی اور مفتی محمد شفیع جنگِ پاکستان کی مبارک باد پیش کرنے کے لیے قائدِ اعظم کی کوٹھی پر گئے۔ جوں ہی یہ خدام دربارِ اشرفیہ قائدِ اعظم محمد علی جناح کے کمرہ میں داخل ہوئے انہوں نے سروقدم کھڑے ہو کر ان کا خیر مقدم کیا۔ مصافحہ کے بعد اپنے پاس بٹھایا اس وقت کمرے میں ان کے پرائیویٹ سیکرٹری ترجمان کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ علامہ شبیر احمد عثمانی نے قائدِ اعظم کو حصول پاکستان پر مبارک پیش کی تو قائدِ اعظم نے فرمایا کہ مولانا یہ مبارک باد آپ ہی کو ہے۔ کیوں کہ آپ کی کوششوں سے یہ کامیابی ہوئی۔ اس کے بعد دوسری باتیں شورع ہوئیں۔ قائدِ اعظم نے سنجیدگی اور متانت سے باتیں سنیں۔ اور جوابات دیے۔ اور یہی طے پایا کہ پاکستان کا دستور قرآن وسنت کے مواقف بنایا جائے گا''۔ (۴۹)

پرچم کشائی کا آغاز

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کے موقع پر پاکستان کا پرچم لہرانے کا اعزاز بھی علامہ شبیر احمد عثمانی اور علامہ ظفر احمد عثمانی ہی کو بخشا گیا۔ اس سلسلہ میں منشی عبدالرحمان خان لکھتے ہیں:

''جب ۲۷ رمضان المبارک ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء بروز جمعۃ المبارک جشن پاکستان منایا جانے لگا تو ملک کی سب سے بڑی ہستی یعنی قائدِ اعظم محمد علی جناح گورنر جنرل پاکستان نے علمائے ربانی کی تاریخی خدمات کے طور پر پاکستان کی پرچم کشائی کا آغاز مولانا شبر احمد عثمانی کو بخشا۔ کراچی میں

مولانا شبیر احمد عثمانی اور ڈھاکہ میں مولانا ظفر احمد عثمانی نے تلاوتِ قرآن اور مختصر تقریر کے بعد اپنے متبرک ہاتھوں سے آزاد پاکستان کا پرچم آزاد پاکستان میں لہرا کر دنیا کی اس سب سے بڑی اسلامی سلطنت کو اسلامی ممالک کی برادری میں شامل کرنے کی رسم کا افتاح کیا۔ پاکستانی فوجوں نے پرچم پاکستان کو پہلی سلامی دی۔ اور سب نے مل کر ترانہ گایا اونچا رہے نشان ہمارا اور دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اسلامی سلطنت کے قیام کی جو آواز سب سے پہلے جون ۱۹۲۸ء میں دربارِ اشرفیہ سے بلند ہوئی تھی اس کے خدام نے اگست ۱۹۴۷ء میں اس رسم کی افتتاح کی"(۵۰)

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد ۱۹۴۷ء کے آخر میں کشمیر کے راجہ ہری سنگھ نے اکتوبر ۱۹۴۷ء میں کشمیر کا الحاق بھارت سے کر دیا۔ ہندوستان نے فوجیں کشمیر میں بھیج کر اس پر قبضہ کر لیا۔ علامہ شبیر احمد عثمانی کو اس کا بہت صدمہ پہنچا۔ آپ نے جگہ جگہ کشمیر کی حمایت میں تقاریر کیں اور اپنی تقاریر میں جنگِ کشمیر کو جہاد قرار دیا اور تمام پاکستانی مسلمانوں کے لیے جہاد میں حصہ لینا فرض قرار دیا۔ علامہ شبیر احمد عثمانی نے اپنے ڈھاکہ کے خطبۂ صدارت میں فرمایا:

"فلسطین ہمارا جزوِ ایمان ہے، کشمیر ہماری رگِ جاں، اور حیدر آباد ہمارے قدیم عزیز و اقارب کا نشاں ہے"(۵۱)

مولانا محمد متین علامہ عثمانی کی اس خدمت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جب کشمیر کا مسئلہ سامنے آیا تو علامہ عثمانی اور ان کے رفقاء نے پورے ملک میں اس مسئلہ کو اٹھایا۔ اور قائدِ ملت لیاقت علی خان کے ساتھ مل کر جلسوں میں شرکت کی۔ اور امدادی کاموں میں پوری تندی اور جان فشانی سے کام لیا۔"(۵۲)

قرادادِ مقاصد کی تدوین سازی میں فکری و عملی خدمات

اس مملکت کے حصول کے فوراً بعد پاستان کا دستور بنانے ی ضرورت محسوس کی گئی تا کہ اس وطن کے حصول کا مقصد پورا ہو سکے۔ اور چند ماہ بعد ہی دستوری پاکستان کا خاکہ مرتب کر لیا گیا۔ جس میں علامہ شبیر احمد عثمانی کا کردار بہت اہم ہے۔ منشی عبدالرحمان خان اس بارے میں لکھتے ہیں:

"پاکستان بنے ابھی چھ یا سات ماہ ہوئے تھے کی مسلمانوں کو اس کا دستور کتب وسنت پر بنانے کے لیے ایک خاکہ مرتب کرنے کی فکر ہوئی اور اس بارے میں کراچی میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی سے مشورہ لیا گیا تا کہ یہ خاکہ ممبرانِ اسمبلی کے سامنے رکھیں۔ علامہ عثمانی کے

مشورے سے چار علماء اس کام کے لیے تجویز ہوئے۔ جو چاروں ابھی تک ہندوستان میں تھے، مولانا سید سلیمان ندوی تو کسی عذر کے سبب اس وقت نہ آسکے۔ مگر مولانا مفتی محمد شفیع دیو بندی، مولانا مناظر احسن گیلانی اور مولانا ڈاکٹر حمید اللہ حیدر آبادی تشریف لے آئے۔ ان حضرات نے وسط ۱۹۴۷ء میں دستوری خاکہ مرتب کرنے کا کام شروع کیا اور تقریباً تین ماہ میں ایک مختصر سا خاکہ علامہ شبیر احمد عثمانی کے زیر سایہ مرتب کرلیا۔'' (۵۳)

علامہ شبیر احمد عثمانی جب پاکستان تشریف لائے تو آپ کی پوری کوشش یہ رہی کہ پاکستان کے قانون کے متعلق کم از کم دستور ساز اسمبلی میرے سامنے یہ پاس کرے کہ پاکستان کا آئندہ دستور قرآن وسنت ہوگا۔ چنانچہ آپ نے اس کے لیے پوری قوم کو جگایا۔ اور اہلِ پاکستان کی آواز بلند کرائی۔ اور اراکینِ دستور ساز پر اس بات کا زور دیا۔ علامہ شبیر احمد عثمانی کی اس کوشش کو منشی عبدالرحمٰن خان لکھتے ہیں:

''پاکستان قائم ہوتے ہی حضرت عثمانی نے اپنی بہادری اور پیرانہ سالی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اربابِ حکومت کو مجبور کردیا کہ وہ اس مؤقف کو تسلیم کریں کہ پاکستان کے دستور کی بنیاد قرآن وسنت پر ہوگی۔ قائدِ اعظم کی وفات کے بعد اربابِ اقتدار کے خود غرضانہ طرزِ عمل کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے لیے ۹، ۱۰ فروری ۱۹۴۹ء کو ڈھاکہ میں علامہ شبیر احمد عثمانی جمعیت العلمائے اسلام کی کانفرنس کی صدارت کرتے ہوئے اربابِ اقتدار کو چیلنج کیا کہ اگر آئینِ پاکستان قرآن و سنت کے مطابق نہ بنایا گیا یعنی کوئی قانون یا آرڈیننس قرآن وسنت سے متصادم ہوا ہمارا راستہ جدا ہوجائے۔ علامہ عثمانی کے مشورے سے ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو قرار دادِ مقاصد منظور کرلی گئی۔ جس کی رو سے پاکستان کا آئین قرآن وسنت کے مطابق بنانے کی ضمانت دی گئی۔'' (۵۴)

جناب اشتیاق حسین قریشی علامہ عثمانی کی اس خدمت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''علامہ شبیر احمد عثمانی پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے ممبر تھے۔ آپ نے اسلامی آئین اور قانون کے نفاذ کے لیے سعی بلیغ کی۔ اور قرار دادِ مقاصد پاس کرانے کا سہرا آپ ہی کے سر ہے'' (۵۵)۔

اس قرار داد کی منظوری کے بعد ملک بھر میں اطمینان اور مسرت کا اظہار کیا گیا۔ کیوں کہ اس کی منظوری کے بعد پاکستان کی مملکت نظری طور پر ایک اسلامی مملکت بن گئی تھی۔ اس قرار داد کی حیثیت مملکت کے لیے وہی تھی جو کسی غیر مسلم کے لیے اسلام قبول کرنے میں کلمہ کی ہوتی ہے۔ (۵۶) یہی قرار دادِ مقاصد بعد میں جتنے آئین بھی بنے ان کی اسلامی دفعات میں دیباچہ کے طور پر شامل کی گئی۔

خدمات کے اعتراف میں بعد وفات گولڈ میڈل

قیام پاکستان کے چالیس سال بعد ۱۹۸۷ء میں یوم آزادی کے موقع پر الحمرا آرٹ سینٹر میں ایک تقریب منعقد کی گئی جس میں مختلف دانش وروں، صحافیوں اور مبصرین نے مختلف شخصیات کی تحریکِ پاکستان میں خدمات پر روشنی ڈالی۔ اور حکومت کی طرف سے میڈل دیے گئے۔ اس تقریب میں دوسرے لوگوں کی طرح علامہ شبیر احمد عثمانی کی وفات کے بعد بھی ان کی خدامت کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں گولڈ میڈل دیا گیا۔ جس پر نوائے وقت نے یوں تبصرہ کیا:

''گزشتہ چالی سال میں محبّ الوطن حلقے اس بات کو شدت سے محسوس کرتے رہے تھے کہ جن مخلص کارکنوں نے تحریکِ پاکستان کی آبیاری کی تھی ان کی خدمت کا اعتراف کیا جائے۔ مگر اس ملک میں ایسے عناصر موجود تھے جنھوں ان خدمات کا اعتراف کرنے کے لیے تحریکِ پاکستان کے بارے میں نوجوان نسل کے ذہنوں میں ابہام پیدا کرنے کی کوششیں کیں مگر امسال لیگ کی صوبائی قیادت نے فیصلہ کرلیا کہ جن اصحاب نے تحریکِ پاکستان کے لیے کام کیا ہے ان کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے ایک تقریب صوبائی مسلم لیگ کے صدر، وزیرِ اعلیٰ اور صوبائی مسلم لیگ کے سیکریٹری جنرل جناب غلام حیدر وائیں اور سکریٹی اطلاعات ڈاکٹر صفدر محمود کی کوششوں سے پاکستان کی چالیسویں یومِ آزادی پر منعقد کی گئی۔ یہ پر وقا تقریب یومِ آزادی کے موقع پر الحمرا آرٹ سینٹر میں منعقد ہوئی۔ اس میں دوسرے لوگوں کے علاوہ حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کی خدمات کا اعرتاف کرتے ہوئے ان کے لیے بھی خدماتِ تحریکِ پاکستان کے صلے میں گولڈ میڈل دیا گیا'' (۵۷)۔

غرض کہ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی آسمان شریعت اسلامیہ کے درخشندہ آفتاب تھے۔ آپ ایک بہت بڑے محدث، جلیل القدر مفسر، عظیم المرتبہ متکلم، رفیع الشان فقیہہ، بہترین مقرر، اعلیٰ درجہ کے انشا پرداز اور بلند سیاست دان تھے۔ آپ کی ذات گرامی علم وعمل کا سرچشمہ تھی۔ اور آپ کی تمام زندگی خدمت ملک وملت میں گزری۔ آپ بانی دارالعلوم دیوبند اور برِ صغیر کی عظیم شخصیت مولانا قاسم نانوتوی کے علوم کے صحیح جان نشین تھے۔ آپ کی تحریر کے اندر مولانا قاسم نوتوی کے علوم جاگزین نظر آتے ہیں۔ جس کی وجہ سے آپ کے قلم اور زبان سے شریعت کے اسرار آشکار ہوئے اور آپ کے کردار نے مسلمانوں میں زندگی کی نئی روح دوڑا دی۔

حوالہ جات

۱۔ فیض انبالوی و شفیق صدیقی، حیات شیخ الاسلام، ادارہ سیرت پاکستان، لاہور، ۱۹۴۹ء ص ۱۰

۲۔ شیر کوٹی، انوار الحسن پروفیسر، تجلیاتِ عثمانی، ادارہ نشر المعارف چہلیک، ملتان، ۱۹۶۷ء، ص ۱۴

۳۔ فیوض الرحمن، قاری، مشاہیرِ علمائے دیوبند، المکتبہ العزیزیہ، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص ۲۰۱

۴۔ حیات شیخ الاسلام، ص ۱۱

۵۔ روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۵ دسمبر، ۱۹۴۹ء، ص ۳، کالم ۲، ۳

۶۔ عبدالرشید ارشد، بیس بڑے مسلمان، مکتبہ رشیدیہ، لوئر مال لاہور، ۱۹۸۳ء، ص ۵۴۵، ۵۴۶

۷۔ تجلیاتِ عثمانی، ص ۱۴ ۸۔ حیات شیخ الاسلام، ص ۱۲، ۱۳

۹۔ ایضاً ص ۱۴ ۱۰۔ ایضاً ص ۱۳

۱۱۔ مشاہیرِ علمائے دیوبند، ۲۰۱ ۱۲۔ تجلیاتِ عثمانی، ص ۱۴

۱۳۔ ایضاً ص ۵۶۸ ۱۴۔ حیات شیخ الاسلام، ص ۱۴

۱۵۔ القرآن الحکیم، ۲/۱۵۶ ۱۶۔ مشاہیرِ علمائے دیوبند، ۲۱۴

۱۷۔ شیر کوٹی، انوار الحسن پروفیسر، انوار عثمانی، مکتبۂ اسلامیہ، کراچی، ۱۹۶۶ء، ص ۱۲۷

۱۸۔ روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۷ دسمبر، ۱۹۴۹ء، ص ۸، کالم ۵

۱۹۔ روزنامہ زمیندار، لاہور، ۱۶ دسمبر، ص ۲، کالم ۴، ۵

۲۰۔ تجلیاتِ عثمانی، ص ۵۹۱ ۲۱۔ بیس بڑے مسلمان، ص ۵۵۱

۲۲۔ روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۱۵ دسمبر، ۱۹۴۹ء، ص ۳، کالم ۲، ۳

۲۳۔ روزنامہ احسان، لاہور، ۱۵ دسمبر ۱۹۴۹ء، ص ۱، کالم ۱

۲۴۔ روزنامہ امروز، کراچی، ۱۵ دسمبر ۱۹۴۹ء، ص ۱، کالم ۱

۲۵۔ Ullama in Politics, P.359

۲۶۔ ثروت صولت، تاریخ پاکستان کے بڑے لوگ، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۷۲ء، ص ۲۱۲

۲۷۔ شیر کوٹی، انوار الحسن پروفیسر، خطباتِ عثمانی، نذر سنز، لاہور، ۱۹۷۲ء، ص ۱۶

۲۸۔ شیر کوٹی، انوار الحسن پروفیسر، حیاتِ عثمانی، مکتبہ دارالعلوم، کراچی، ۱۹۸۵ء ص ۲۱۵۔ ۲۲۷

۲۹۔ روزنامہ الجمعیۃ، دہلی، ۱۸ دسمبر ۱۹۴۹ء

۳۰۔ ماہنامہ الرشید، ساہیوال، مارچ ۱۹۷۹ء، ص ۵۰۳

۳۱۔ محبوب رضوی، سید، تاریخ دارالعلوم دیوبند، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱۹۷۸ء ص ۱۰۱

۳۲۔ عبدالرحمن خان، منشی، معمارانِ پاکستان، شیخ اکیڈمی، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص ۳۶۰

۳۳۔ تجلیاتِ عثمانی، ص ۱۴

۳۴۔ حبیب احمد، چوہدری، تحریکِ پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، البیان، لاہور، ۱۹۶۶ء، ص ۴۳۷

۳۵۔ حسن ریاض، سید، پاکستان ناگزیر تھا، ادارہ تصنیف و تالیفات و ترجمہ، کراچی، ۱۹۹۲ء ص ۳۷۶

۳۶۔ Farooqi , Zia.u.Hassan, The Deobound School of Demand for pakistan, Asia Publihsing House, London, 1963,P119

۳۷۔ تجلیاتِ عثمانی، ص ۱۵

۳۸۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۱۶ دسمبر ۱۹۴۹ء

۳۹۔ تحریکِ پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، ص ۳۶۲، ۳۶۳

۴۰۔ معمارانِ پاکستان، ص ۳۷۵، ۳۷۶

۴۱۔ روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۲۴ جنوری ۱۹۴۹ء، ص ۳، کالم ۲

۴۲۔ القرآن الحکیم، ۲/۲۴

۴۳۔ عثمانی، شبیر احمد علامہ، پیغامِ کلکتہ، کلکتہ، ۱۹۴۵ء، ص ۵

۴۴۔ تجلیاتِ عثمانی، ص ۶۶۳، ۶۶۴

۴۵۔ حیات شیخ الاسلام، ص ۲۹۔۳۲

۴۶۔ Ulema in Politics, P .362

۴۷۔ عبدالرحمن خان، منشی، تعمیرِ پاکستان اور علمائے ربانی، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص ۱۵۷

۴۸۔ ایضاً ص ۱۵۹

۴۹۔ ایضاً ص ۱۴۹، ۱۵۰

۵۰۔ ایضاً ص ۱۶۰

۵۱۔ عثمانی، شبیر احمد علامہ، خطبہ صدارت ڈھاکہ، کراچی، ۱۹۴۹ء، ص ۳

۵۲۔ روزنامہ انقلاب، کراچی ۲۴ مارچ ۱۹۵۶ء ص ۳

۵۳۔ تعمیرِ پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۱۷۵۔۱۸۵

۵۴۔ ایضاً ص ۱۸۱۔۱۸۵

۵۵۔ Ulema in Politics, P .362

۵۶۔ صدیقی، حفظ الرحمن، ڈاکٹر، قراردادِ مقاصد سے اسلامی قانون تک، طاہر سنز، کراچی، ۱۹۸۱ء، ص ۳۱

۵۷۔ روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۱۴ اگست ۱۹۸۷ء